قرآن کا تصوّرِ علم

جناب ڈاکٹر سید مسعود احمد صاحب

(۳)

علوم کی اشاعت میں قرآن کا رول | چونکہ قرآن کا مخاطب انسان ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم کا خصوصی مظہر ہے۔ نیز وہ خلافتِ الٰہی کے منصب عالیہ سے نوازا گیا ہے اور تسخیرِ کائنات کی شدید خواہش رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی بھی ہے کہ "عنقریب ہم اُن کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی۔ یہاں تک کہ ان پر بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے"۔ (حم السجدہ: ۵۳)۔ اور سب سے اہم دلیل یہ کہ قرآن کے نزدیک علم کی فضیلت مسلّم ہے (الزمر: ۹)[1]۔ ان تمام اُمور کا تقاضا ایک تو یہ ہے کہ قرآن علم کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرے دوسرے یہ کہ ان تمام علوم کے فروغ و اشاعت میں اہم رول ادا کرے جو انسان کے لیے مفید ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ قرآن زندگی کا ایک مکمل نظام پیش کرتا ہے۔ اس لیے اس نے معاشیات (الاعراف۔ ۱۲)[2]، سیاسیات (آل عمران: ۲۶)[3] تعزیری قوانین (البقرہ: ۱۷۸، ۱۷۹)[4]

---

[1] مزید دیکھیں الرعد: ۱۶ - المجادلہ: ۱۱ - الکہف: ۱۱۴ - الحجرات: ۱۳

[2] مزید دیکھیں النحل: ۷ - البقرہ: ۱۶۸، ۱۸۲، ۱۸۸، ۲۷۵ - التوبہ: ۳۴، ۳۵، ۶۰ - الحشر: ۷

[3] مزید ملاحظہ ہو آل عمران: ۱۰۴، ۱۸۹ - الحج: ۴۱ - الاحزاب: ۳۶ - توبہ: ۱۱۲ - الانعام: ۸۵ - بنی اسرائیل: ۲۴، ۳۴ - الممتحنہ: ۸ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

قانونِ وراثت (النساء: ۷، ۹) عدلیہ (النحل: ۹۴)[1] انتظامیہ (الاحزاب: ۳۶)[2] سائنس فلسفہ (الانبیاء: ۲۱)[3] اُصولِ جنگ (النساء: ۵۹ - الحجرات: ۹) - اُصولِ امن (المائدہ: ۳۳، ۳۴)[4] علومِ روحانی (العنکبوت: ۱۷)[5] علومِ مادی (حم السجدہ: ۱۱)[6] اخلاقیات (الحجرات: ۱۱، ۱۲)[7] معاملات (بنی اسرائیل: ۳۴، ۳۶)[8] تاریخ و سیر، علوم آثار (الاعراف: ۱۷۶)[9] علومِ نفسیات، (بنی اسرائیل: ۱۱، ۶۷)[10] علومِ عمرانیات (آل عمران: ۱۱۰)[11] وغیرہ مختلف علوم سے بحث کرتا ہے اور انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ میں راہِ حق دکھاتا ہے کہ وہ انسانوں کی ہدایت کے لیے ایک مکمل کتاب ہے۔ (البقرہ: ۲۰۸)[12]

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

[34] مزید دیکھیں - المائدہ: ۳۸ - النور: ۲، ۴، ۵

حواشی صفحہ ہٰذا

[1] مزید دیکھیے الممتحنہ: ۸۰ - الحدید: ۲۵ - النساء: ۵۹

[2] مزید دیکھیے - المائدہ: ۳۳ - النور: ۵۵ - القصص: ۴

[3] مزید دیکھیں - الانعام: ۳۸ - یٰسین: ۴۰ - الرعد: ۲ - الطلاق: ۱۲ - النحل: ۷۹ (نیز ملاحظہ ہو راقم کا مضمون بعنوان "سائنسی تحقیقات کا قرآنی محرک" تحقیقاتِ اسلامی جولائی، ستمبر ۱۹۸۴ء

[4] مزید ملاحظہ ہو النور: ۲۷، ۲۸، ۵۵ - القصص: ۴ - الذاریات: ۱۹ - المعارج: ۲۵

[5] نیز ملاحظہ ہو الزمر: ۲ - ۳ - ۱۱ - ۱۴ - البقرہ: ۱۳۶، ۱۷۷، ۱۸۳ -

[6] مزید دیکھیے الرعد: ۲ - الانبیاء: ۲۱ - الطلاق: ۱۲

[7] مزید دیکھیے بنی اسرائیل: ۵۳، ۱ النساء ۵، ۹ - الاحزاب: ۷۰ - البقرہ: ۱۰۹، ۲۳۷ - النور: ۲۲

[8] مزید دیکھیے البقرہ: ۸۸، ۱۷۷، ۲۱۵ - الشوریٰ: ۳۸ - الحجرات: ۱۰

[9] مزید دیکھیے المائدہ: ۲۷ تا ۳۰ - ہود: ۱۰۰ - یوسف: ۳، ۱۱۱ - آلِ عمران: ۱۳

[10] مزید دیکھیے ابراہیم: ۳۴ - الاحزاب: ۷۲ - الکہف: ۵۴ - المعارج: ۲۱ - العادیات: ۸

[11] مزید دیکھیے النساء: ۱، ۳، ۲۵ - النور: ۳۲ - الشوریٰ: ۳۸ - الذاریات: ۱۹
التوبہ: ۷۱

رہا علومِ انسانی کے فروغ و اشاعت میں قرآن کا رول تو یہ بھی بلا خوف تردید عرض کیا جاسکتا ہے کہ قرآن اس شعبۂ علم کے فروغ میں مہمیز لگاتا ہے جس سے نوعِ انسانی کو فائدہ پہنچے گزشتہ صفحات میں علم کی اہمیت پر تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔ قرآن کے تقاضوں کو سب سے زیادہ سمجھنے والے یعنی خود صاحبِ قرآن (البقرہ: ۹۰)[۱] حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ۱۔ علم کا حصول ہر مسلمان پر فریضہ ہے[۲]۔ ۲۔ "میری بات پہنچا دو چاہے ایک ہی آیت ہو[۳]۔ حاضر غائب تک پہنچا دے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ براہ راست سننے والے سے زیادہ حافظہ رکھتا ہو"۔ ۴۔ عالم کو عابد پر وہی فضیلت ہے جو تاروں پر بدرِ کامل کی ہے[۴] حضور اکرمؐ نے اپنے اقوال کے لکھنے کی اجازت مرحمت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "خدا کی قسم! محمدؐ کی زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا" نیز طالب علم کی فضیلت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ گویا "وہ اس شخص کی طرح ہے جو رات بھر نوافل اور دن بھر روزہ رکھتا ہو۔

حضور اکرمؐ کے یہ ارشادات قرآن کے منشاء کی وضاحت کرتے ہیں۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے، بلکہ آپؐ پر جو وحی کی جاتی ہے وہی فرماتے ہیں (النجم: ۳، ۴)۔ خود قرآن مجید نے رسولِ اکرم کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی سے تعبیر کیا (النساء: ۸۰۔ الاحزاب: ۳۶)۔

قرآنِ پاک کی متعدد آیات انسان کو کائناتی حقائق، تاریخی واقعات اور خود اس کے نفس کے کمالات و عجائبات پر غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں (البقرہ: ۱۶۴)[۵] اور اس غور و فکر کے

۱؎ مزید دیکھیے الاعراف: ۲۔ النحل: ۴۴۔ محمد: ۲

۲؎ ابن ماجہ، بیہقی فی شعب الایمان۔

۳؎ بخاری

۴؎ ترمذی، دارمی

۵؎ مزید دیکھیے آل عمران: ۱۹۰، ۱۹۱۔ الاعراف: ۱۹۱۔ حم السجدہ: ۵۳، ۵۴۔ الذاریات: ۲۰ تا ۲۳ وغیرہ۔

نتیجہ ہیں تحقیق و تفصیل کے دروازے کھلتے ہیں۔ محقق ان مظاہرِ الٰہیہ کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے تجرباتی و فکری کاوشیں کرتا ہے۔ مزید برآں قرآن انسان کو تسخیرِ کائنات کے لیے ابھارتا ہے۔ (النحل: ۱۲، لقمان: ۲۰) جس کا لازمی تقاضا کائناتی علوم کے حصول و فروغ کی تحریک فراہم کرتا ہے۔ قرآن انسانی و کائناتی علوم کے حصول و فروغ پر کس طرح ابھارتا ہے۔ اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس میں غور و فکر کی دعوت دینے والی سات سو پچاس آیات ہیں۔ جب کہ احکام و قوانین کے متعلق آیات تقریباً ایک سو پچاس ہیں۔ قرآن انسان اور کائنات سے متعلق علوم کی کس طرح ترغیب دیتا ہے۔ اس کا اندازہ ان آیات سے ہو سکتا ہے[1]۔

اس طرح کی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن جملہ کائناتی اور انسانی علوم کے حاصل کرنے اور ان کو پھیلانے پر ابھارتا ہے۔

اسی قرآنی تحریک کا نتیجہ تھا کہ حاملینِ قرآن نے اپنے دورِ عروج میں علمی سیادت و امامت کا لوہا منوا لیا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ سترھویں صدی کا سائنسی اور صنعتی انقلاب قرآن نے غور و فکر اور تدبیر کی جو تحریک برپا کی تھی اسی کا مرہونِ منت ہے۔ اس کا اعتراف انگریز مصنف بریفالٹ نے یوں کیا ہے کہ:

> "جدید دنیا پر عربی تہذیب نے سب سے بڑا احسان کیا ہے۔ اگرچہ اس کے ثمرات ذرا دیر سے سامنے آئے۔ اسپین میں عربی ثقافت نے جس عبقریت کو جنم دیا تھا وہ اس تہذیب کے رُوپوش ہونے کے کافی عرصہ بعد جلوہ گر ہوئی۔ صرف علم (KNOWLEDGE & SCIENCE) ہی نے یورپ کو زندگی نہیں بخشی، بلکہ اسلامی تہذیب کے اور بھی بہت سے موثرات نے اپنی ابتدائی کرنیں مغربی زندگی پر ڈالی ہیں۔ یورپی ترقی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کا مرجع یقینی طور پر اسلامی ثقافت

---

[1] ملاحظہ ہوں آیات یونس: ۱۰۱ - الذاریات: ۲۰، ۲۱ - یوسف: ۱۰۸ - الروم: ۲۲: فاطر: ۳۵، ۴۴؛ روم: ۹ -

کے موثرات نہ ہوں ۔ یہ موثرات نہایت وضاحت اور اہمیت کے ساتھ جدید دنیا کی تشکیل کرتے ہیں ۔ اور جدید دنیا کی قوت یعنی طبعی علوم اور بحث کے علمی انداز پر اثر انداز ہوتے ہیں[۱]

یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ یورپ کے سائنسی انقلاب کے پیچھے بہت سے منفی اور غیر اسلامی محرکات بھی موجود تھے ۔ ان کے غیر فطری پہلوؤں اور تخریبی نتائج کی ذمہ داری اسلام پر کسی طرح عائد نہیں ہوتی ۔

محکمات، متشابہات اور علم غیب

قرآن دو قسم کی آیات کا ذکر کرتا ہے آیات محکمات اور آیات متشابہات (آل عمران ، ۷) آیات محکمات کتاب کی بنیاد ہیں اُن کو قرآن "اُم الکتاب" سے تعبیر کرتا ہے ۔ ان کے معانی و مفاہیم واضح ہیں ۔ جب کہ متشابہات ان حقائق کو کہا جاتا ہے جن کے صحیح معانی و مفاہیم انسان کو معلوم نہیں اور نہ وہ ان کی حقیقت معلوم کر سکتا ہے ۔ ان کی حقیقت کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ۔ (آل عمران : ۷) متشابہات کے ضمن میں جنت ، دوزخ اور خود ذاتِ باری تعالیٰ وغیرہ کی حقیقت آتی ہے ۔ قرآن کی رُو سے ایسے علوم و آیات کی حقیقت کو معلوم کرنے کی کوشش ضیاعِ وقت ، زیغ قلب اور فتنہ کو دعوت دینے والی ہے ۔ (آل عمران : ۷) مثلاً قرآن اللہ کی سطنت اور لاتناہی قدرتِ کاملہ کے اظہار کے لیے عرش (المومنون : ۶) کرسی (البقرہ : ۵۵) اللہ کا ہاتھ (الفتح : ۱۰ ۔ ص : ۵ ، ۷) وغیرہ کا ذکر آیا ہے ۔ جب کہ قرآن ہی ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے احد (اخلاص) صمد (اخلاص : ۲) لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الشوریٰ ، ۱۱) جیسی صفات بھی بیان کرتا ہے ۔ ان صفات سے اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا تصور بنتا ہے جو جسم و مکان سے منزہ ، ستودہ صفات ، قائم بالذات اور ازلی و ابدی ہے ۔ ظاہر ہے ایک ایسی ذات کی حقیقت وہ کیسے جان سکتا ہے جس کا خود اس کو تجربہ نہیں اور جس کی مثل کوئی دوسری شے اس کائنات ہی میں نہیں ہے ۔

---

[۱] MAKING OF HUMANITY

قرآن مجید انسان سے غیب پر ایمان لانے کا مطالبہ کرتا ہے۔ یہ کوئی قابلِ اعتراض مطالبہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک قابلِ تردید حقیقت ہے کہ ہر علم کی بنیادیں اور اصول ناقابلِ مشاہدہ نگاہ ——— (AXIOMS T) ہی پر رکھی جاتی ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ علمِ مشاہدہ کی سب سے بڑی علمبردار اور مادیت کی پروردہ سائنس بھی اَن دیکھے الیکٹران، پروٹان، ایٹم اور بہت سے خیالی ذرات پر اپنی بنیاد رکھتی ہے، چاہے ان پر ایمان لانے کا دعویٰ نہ کرتی ہو۔ ڈالٹن کا ایٹمی نظریہ آج سے تقریباً دو سو سال قبل معرضِ وجود میں آیا۔ جب کہ ایٹم پر کسی قسم کا مشاہدہ تو درکنار تجربہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر اس ان دیکھی حقیقت کو مانتے ہوئے سائنس دان تجربات و تحقیقات کرتے رہے اور مادی سائنس کو موجودہ دورِ عروج تک لے آئے۔ اور نہ صرف ایٹم کو منوا لیا، بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر بنیادی نظریۂ ڈالٹن کے خلاف ایٹم کو توڑ کر اپنی طاقت کا لوہا منوا لیا۔ اگر ایٹم پر براہ راست تجربہ کا انتظار کیا جاتا تو سائنس آج سو برس پیچھے ہوتی بلکہ شکوک و شبہات میں اُلجھنے کی وجہ سے اُس مقام تک بھی نہ پہنچ پاتی۔ یہ عروجِ سائنس صرف اَن دیکھی بنیادوں کی روشنی میں آگے بڑھتے رہنے کے طفیل ہوا[1]۔ اِس تفصیلی بحث سے واضح ہو گیا کہ علوم کی گہرائی و وسعت حاصل کرنے کے لیے غیوب پر ایمان اور تشابہات کے ذریعہ حقائقِ محکم کی آبیاری کی جاتی ہے۔ کیونکہ غیبی علوم بنیاد فراہم کرتے ہیں اور تشابہات سے حقیقت سے قریب پہنچنے میں مدد ملتی ہے۔

علم، تفقہ، حکمت اور ہدایت کا تعلق

قرآن مجید نے علم کے تعلق سے تفقہ (التوبہ: ۱۲۲)، حکمت، (البقرہ: ۱۵۱)[2] اور ہدیٰ۔ لقمان ۔ ۲۰ .... وغیرہ کی اصطلاحات بھی استعمال کی ہیں۔ علوم کی گہرائی اور بصیرت کے لیے عموماً تفقہ کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ حکمت علوم کے ان اسرار و رموز سے عبارت ہے جس کے ذریعہ مومن جملہ اُمورِ دنیوی و دینی

برہان

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مصنف کے مضمون بعنوان 'حقیقی ترقی کے اسباب اور اسلام'، ماہنامہ دہلی۔ اکتوبر، نومبر ۱۹۸۲ء میں علمِ غیب کی بحث۔

[2] مزید دیکھیے آل عمران: ۱۶۴۔ بنی اسرائیل: ۳۹۔ الاحزاب: ۳۴۔ جمعہ: ۲

ہیں خالقِ کائنات کے مصالح و مقاصد سے بہرہ ور ہوتا ہے، جس سے منجملہ دوسری خصوصیات کے اس میں شکرِ خداوندی کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ (لقمان: ۱۲)۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفت کی حیثیت سے لفظ "حکمت" قرآن میں جابجا دوہرایا گیا ہے۔ (البقرہ: ۱۲۹)[1] اور رسولوں کی بعثت کا ایک اہم مقصد منجملہ دوسرے مقاصد کے حکمت کی تعلیم دینا بھی قرار دیا گیا ہے۔ (البقرہ: ۱۵۱)[2] اس مقصد بعثت سے یہ امر بھی مترشح ہوتا ہے کہ رسولوں کو نہ صرف علمِ کتاب سے نوازا جاتا ہے۔ بلکہ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ اُن پر ان حکمتوں کو بھی واضح کرتا ہے جو منصبِ رسالت سے متعلق ہیں۔ حکمت کی اہمیت کا اندازہ اس آیت سے ہوتا ہے۔ کہ قرآن کے نزدیک حکمت اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے۔ اور جس کو حکمت سے نوازا گیا اس کو "خیرِ کثیر" سے نوازا گیا۔ (البقرہ: ۲۶۹) کہ یہاں "خیرِ کثیر" علم سے آگے صفت حکمت کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ جملہ علوم کے محققین کائناتِ عالم کی حکمتوں کی نقاب کشائی کے لیے ہی اپنی تحقیق کا آغاز کرتے ہیں۔ مگر توفیقِ خداوندی اور اس کے لیے طلب نہ ہو تو انسان ان حکمتوں تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا اور راستے کی درمیانی منازل ہی کو حکمتِ اصلی سمجھ بیٹھتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی حکمتیں انسان کے قلب میں تبھی آشکارا ہوتی ہیں جب کہ وہ ایمان لاکر علومِ متعلقہ میں بصیرت حاصل کرے اور عملی تدابیر نیز تجربات وغیرہ کے بعد غور و تدبر کے ذریعہ کائنات میں کارفرما مصالح و مقاصد کو جاننے کی کوشش کرے۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کی اس رہنمائی سے عبارت ہے جس کے ذریعہ انسان اپنی حقیقت، کائنات کی حقیقت، کائنات و انسان کی تخلیق کا مقصد اور کائنات میں انسان کی حیثیت اور اپنے انجام کا علم یقینی طور پر حاصل کرلیتا ہے اور اس کی روشنی میں منازلِ حیات طے

---

[1] مزید دیکھیے۔ آلِ عمران: ۴۸۔ النساء: ۵۴۔ المائدہ: ۱۱۰۔

[2] مزید دیکھیے۔ آلِ عمران: ۱۶۴۔ الجمعہ: ۲

کرتے لگتا ہے۔ قرآن کی رُو سے ہدایت کا منبع صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ (البقرہ: ۲؍۱۴۲، ۲۷۲) اور یہ اللہ تعالیٰ کا کرمِ خصوصی ہے جس کو چاہتا ہے عنایت کرتا ہے، مگر ہدایت بھی مانگے بغیر نہیں ملتی۔ چنانچہ انسان کے سلیم الفطرت ہونے کی سب سے بڑی نشانی قرآن کی رُو سے یہ ہے کہ ہدایت کی طلب اس کے قلب میں پائی جائے۔ اور وہ اپنے معبودِ حقیقی سے اس معاملہ میں استعانت طلب کرے۔ تبھی اللہ تعالیٰ کی شانِ رحیمی و کریمی کا خصوصی فیضان ہوتا ہے۔ اس کو قرآن "صراطِ مستقیم" (الفاتحہ: ۵)[1] "ہدایت" (البقرہ: ۱۵۹)[2]۔ اور "ایمان" (الصّٰفّٰت: ۱۱۱، ۱۲۲) وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتا ہے۔ اِس علمِ ہدایت کو منبعِ ہدایت سے براہِ راست انبیاء کرام اخذ کرتے ہیں (الانعام: ۸۱، ۹۱) اور وہ آیات و بیّنات اور بے داغ کردار کے ذریعے عام لوگوں پر اپنے حاملِ نبوت و ہدایت ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ اس کے باوجود اکثر لوگ ضد اور تعصب کی وجہ سے علمِ ہدایت کی روشنی سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ اور کچھ لوگ اپنے علم دُنیا پہ نازاں رہتے ہیں اور خود کو علمِ ہدایت سے بے نیاز سمجھ کر غیر انسانی یعنی غیر اسلامی زندگی گذارنے پر اصرار کرتے ہیں اور نتیجۃً عذابِ دُنیوی کی پکڑ میں بھی آجاتے ہیں۔ (القصص: ۷۷، ۸۱)۔

علوم کی اسلامائیزیشن کی ضرورت

قرآن کی رُو سے علم کے ہر شعبہ کو اسلامی خطوط پر استوار کرنا اس لیے ضروری ہے کہ جملہ علومِ دُنیوی، علمِ وحی کے فیضان کے بغیر انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتے ہیں۔ (الاعراف: ۴۳) طاغوت کے ہاتھوں میں علم و ہنر ہو تو وہ انسانیت کو تباہی و بربادی سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ اسلام کی نظر میں وہی علم صحیح ہے جو انسان اور انسانیت کے لیے نافع ہو (البقرہ: ۱۰۲۔ المؤمن: ۸۳)۔ آج دُنیائے انسانیت کو اسی نافع علم و ٹکنالوجی کی ضرورت ہے جس سے دُنیا پر منڈلاتے ہوئے جنگ کے سیاہ بادل چھٹتی اور کراہتی انسانیت

---

[1] مزید دیکھیے آل عمران: ۵۱۔ الانعام: ۸۷۔ یٰس: ۶۱۔ الصّٰفّٰت: ۱۱۸۔ الحج: ۵۴

[2] مزید دیکھیے الانعام: ۷۸۔ الحدید: ۹۔ الطلاق: ۱۱

ظلم و بربریت کے مارے ہوئے عوام، افلاس اور امراض و مصائب سے دوچار اقوام، ترقی کے نام پر تنزلی کی طرف گامزن دنیا، غیر متوازن و غیر اخلاقی زندگی، بہیمیت و عریانیت اور اباحت پسندی کا دلدادہ معاشرہ، خود غرضی و بدچلنی پہ استوار سماج کی جگہ اخلاقی بنیادوں پہ استوار معاشرہ، سکون و چین سے ہم کنار ماحول، ستاروں سے آگے کے جہانوں کی جستجو کا جذبہ، حقیقی ترقی، عدل و مساوات، اخوت و ایثار اور حریت و جواں مردی جیسی صفات پر مشتمل سماجِ انسانی کی تشکیلِ نو ہو۔

آج وقت کی اہم ضرورت یہ بھی ہے کہ جملہ دنیوی علوم و فنون خصوصاً سائنس و ٹکنالوجی کو اسلام کے سانچہ میں ڈال کر حقیقی ترقی کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کیا جائے ورنہ آج کے علوم و فنون کی موجودہ سمت تو انسانی تہذیب و تمدن کو تباہی اور تخریب کی منزل تک پہنچائے بغیر دم نہ لے گی اور حقیقی ترقی تو کجا مادی ترقی بھی ختم ہو جائے گی۔